اہم اور ضروری امور

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اہم اور ضروری امور

(خلاصہ تقریر فرمودہ ۲۷ ر دسمبر ۱۹۳۹ء برموقع جلسہ سالانہ [خلافت جوبلی] قادیان)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کے ساتھیوں کی ایک اشتعال انگیز حرکت

مجھے رات امور عامہ کی طرف سے رپورٹ ملی کہ ہماری جماعت کی طرف سے جو اشتہارات لگائے گئے تھے ان پر شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کے ساتھیوں کی طرف سے ایک نہایت ہی گالیوں سے پُر اشتہار کے فقرات کاٹ کر سب جگہ چسپاں کر دیئے گئے تھے تا جماعت کے جو دوست اپنے اشتہاروں کو پڑھیں ان کی نگاہ ان گالیوں پر بھی پڑ جائے۔ ان فقرات کے اندر کوئی دلیل نہ تھی، کوئی برہان نہ تھا، کوئی دین کے متعلق دعویٰ نہ تھا، محض گالیاں ہی گالیاں تھیں جو اِن فقرات میں لکھی تھیں اور مجھے امور عامہ نے رپورٹ کی کہ ہم نے وہ اشتہارات اتروا دیئے ہیں۔ میرے نزدیک یہ ان کی غلطی تھی۔ کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ ان اشتہارات کو اترواتے کیونکہ میری طرف سے کہا گیا تھا کہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے مجھے گالیاں دی ہیں مگر ان کی طرف سے متواتر کہا گیا کہ انہوں نے گالیاں نہیں دیں۔ اس وقت قادیان میں کھانے کی پرچیوں کے لحاظ سے ۳۸ ہزار آدمی جمع ہیں۔ گزشتہ سال پچیس ہزار تھا۔ ان ۳۸ ہزار آدمیوں میں علاوہ جماعت کے دوستوں کے غیر احمدی، ہندو اور سکھ شرفاء بھی موجود ہیں۔ اگر یہ سب ان فقرات کو پڑھ لیتے تو یہ ثبوت ہوتا اس بات کا کہ جو کچھ میں نے کہا تھا، وہ درست تھا اور جو کچھ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کہا کرتے تھے وہ غلط تھا۔ مگر امور عامہ والوں نے غلطی سے اس خدائی نشان کو جو میری صداقت میں خدا تعالیٰ نے ظاہر کیا، باطل کر دیا۔ ممکن ہے ابھی بیسیوں یا سینکڑوں نے ان گالیوں کو پڑھا ہو۔ لیکن اگر وہ اشتہارات نہ اُتروائے جاتے تو ہر شخص کو معلوم ہو جاتا کہ مصری صاحب کا یہ کہنا کہ

انہوں نے ہمیں گالیاں نہیں دیں، درست نہیں تھا۔ میں ان الفاظ کو نہیں دُہراتا کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ کمزور طبائع مشتعل نہ ہو جائیں لیکن جن دوستوں نے ان گالیوں کو پڑھا ہے ان کو میں نصیحت کرتا ہوں کہ انہیں ان باتوں کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے کیونکہ آج تک اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کرنے کیلئے کوئی جماعت ایسی کھڑی نہیں ہوئی جسے مخالفین کی طرف سے گالیاں نہ ملی ہوں۔

صحت کی حالت اپنی صحت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گزشتہ سال میری طبیعت بہت خراب رہی ہے۔ بار بار نقرس کے دورے ہوئے اسہال کی تکلیف مدتوں سے کم ہوگئی تھی مگر دس بارہ سال کے بعد اس قدر شدید دورے ہوئے کہ مہینوں اس کا سلسلہ جاری رہا۔ اپنڈکس اور گُردے کے مقام پر بھی شدید دردیں ہوئیں اس وجہ سے جو امید مجھے کام کرنے کے متعلق تھی وہ پوری نہیں ہوئی۔ اگر صحت اچھی رہتی تو گذشتہ سال جن کاموں کا ذکر کیا گیا تھا وہ سارے ہو جاتے مگر بعض ہوئے ہیں اور بعض ادھورے رہ گئے۔

اخباراتِ سلسلہ کا ذکر اخباراتِ سلسلہ کے ضمن میں حضور نے سب سے پہلے الفضل کا ذکر کرتے ہوئے عملہ کو ضروری ہدایات دیں اور تاریخی، سیاسی، تعلیمی، صنعتی، اقتصادی اور مذہبی مضامین لکھنے کی تلقین فرمائی۔ اسی طرح غیر مذاہب کی تبلیغی جدوجہد کا ذکر اور علمی کتب پر ریویو کرنے کا بھی ارشاد فرمایا۔

''سن رائز'' کی خریداری کے متعلق حضور نے انگریزی خوان طبقہ کو توجہ دلائی اخبار فاروق کی خریداری کی بھی تحریک فرمائی۔ اُردو ریویو آف ریلیجنز کی ترقی پر اظہارِ خوشنودی فرمایا۔ انگریزی ریویو کی اصلاح کی طرف توجہ دلائی۔

جماعتہائے بیرونِ ہند کا ذکر حضور نے مغربی افریقہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہاں بعض لوگوں نے نظام سلسلہ کے خلاف بغاوت کی تھی جنہیں جماعت سے خارج کر دیا گیا ہے۔ مصر کی جماعت کے متعلق فرمایا کہ اس میں بہت بیداری نظر آتی ہے اور اس امید کا اظہار فرمایا کہ اگر یہ جماعت مضبوط ہوگئی تو عالمِ اسلامی پر اس کا نہایت گہرا اثر پڑے گا۔ دمشق اور فلسطین کا کام بھی اچھا چل رہا ہے۔ حضور نے یہ بھی فرمایا کہ ہم نے جنگ کی وجہ سے بعض ممالک سے اپنے مبلّغ واپس بلا لئے ہیں۔ چنانچہ ہنگری سے مبلّغ واپس بلا لیا گیا، پولینڈ سے پہلے ہی واپس آ چکا تھا اب اٹلی والے مبلّغ کو بھی واپس بلا لیا

جائے گا مگر جب جنگ ختم ہوگی تو نئے مبلّغ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تیار ہو چکے ہوں گے اور ہم انہیں مختلف ممالک میں تبلیغ کے لئے بھیج دیں گے۔

انقلابِ حقیقی اس کے بعد حضور نے اعلان فرمایا کہ کتاب ''انقلابِ حقیقی'' دوبارہ چھپ گئی ہے۔ حیدر آباد کے ایک دوست نے دو ہزار جلدیں خریدنے کا وعدہ کیا ہے باقی دو ہزار ہے۔ جماعت کے دوست اس کی اشاعت میں حصہ لیں۔ جب میں نے اسے دوبارہ اصلاح کیلئے پڑھا تو بعض باتوں کا مَیں نے اس میں اضافہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تبلیغی طور پر تعلیم یافتہ طبقہ میں یہ کتاب اچھا اثر پیدا کر سکتی ہے۔ اس کتاب کے بعض حصے ایسے ہیں جو اپنے اندر الہامی رنگ رکھتے ہیں۔

اچھوتوں میں تبلیغ اچھوتوں میں تبلیغ کے متعلق فرمایا۔ افسوس ہے کہ اس سال بہت کم ہوئی ہے۔ جماعتوں نے بھی اس طرف توجہ نہیں کی حالانکہ یہ موجودہ وقت کا ایک اہم سوال ہے جس کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے۔

تعلیم و تربیت حضور نے فرمایا جماعت کی تعلیم و تربیت کیلئے میں نے گزشتہ سال بعض نوجوانوں کا مطالبہ کیا تھا جن کے متعلق میں نے کہا تھا کہ انہیں ایسی تربیت دی جائے گی جس کے نتیجہ میں وہ دیہات میں رہ کر لوگوں کو فائدہ پہنچا سکیں۔ اس کے مطابق جو نوجوان میسر آئے ان کو کمپونڈری کی تعلیم دلائی گئی، وٹرنری کی تعلیم دلائی گئی، یونانی طب سکھائی گئی، دوا سازی سکھائی گئی، زمیندارہ کام سکھایا گیا اور ضروری دینی تعلیم بھی دی گئی۔ ان کی بیویوں کو بھی نوار بُننا، کاڑھنا اور سِینا پُرونا سکھایا گیا ہے۔ افسوس ہے کہ بار بار اعلان کرنے کے باوجود جماعت میں سے صرف پانچ نوجوان ایسے نکلے جنہوں نے یہ کام سیکھا مگر یہ سکیم ان پانچ پر ہی ختم نہیں ہو جائے گی۔ میرا دل چاہتا ہے ہر احمدی گاؤں میں ایسا ایک مدرس موجود ہو۔ اور چونکہ اگلے سال پھر یہی ٹریننگ نوجوانوں کو دی جائے گی اس لئے جو نوجوان مڈل پاس ہوں اور زمیندارہ کام سے دلچسپی رکھتے ہوں وہ اپنے آپ کو پیش کریں اور جو جماعتیں فارغ التحصیل نوجوانوں کو اپنے ہاں شرائط کے مطابق رکھنا چاہتی ہوں وہ اطلاع دیں۔

مغربی کھیلوں کی بجائے دیسی کھیلوں کی ترویج اس بارے میں حضور نے فرمایا۔ گزشتہ سال میں نے مغربی کھیلوں کی بجائے دوڑنا، تیرنا، نشانہ بازی، بوجھ اُٹھانا، کُشتی لڑنا، گتکا، گھوڑے کی

سواری اور اسی طرح اور کھیلوں کی طرف متوجہ کیا تھا اور میں نے یہ کام خدام الاحمدیہ کے سپرد کیا تھا۔ انہوں نے قادیان میں اس کو جاری کیا اور دو مقابلے ہوئے۔ باہر کی جماعتوں میں بھی تحریک کی گئی جس کے نتیجہ میں بعض نے تیرنے کی مشق کی، بعض نے ذہانت کے مقابلے کئے اور بعض نے دوسری کھیلوں میں حصہ لیا۔ اس کے بعد حضور نے ان جماعتوں کے نام سنائے جنہوں نے اس میں حصہ لیا تھا۔ حضور نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے اس سلسلہ میں دو گریجوایٹ نوجوانوں چوہدری محمد شریف صاحب بی۔اے اور چوہدری غلام یٰسین صاحب بی۔اے کو ورزشی کالج لاہور میں کام سیکھنے کے لئے بھجوایا ہؤا ہے۔ اس کے علاوہ ایک نوجوان خلیل احمد صاحب ناصر بی۔اے حیدرآباد سے گتکا وغیرہ سیکھ کر آئے ہیں۔ ان کے ذریعہ جماعت کے دوسرے نوجوانوں کو بھی یہ فنون سکھائے جائیں گے۔

مجالس خدام الاحمدیہ کی ترقی مجالس خدام الاحمدیہ کی ترقی کے متعلق حضور نے خوشنودی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا اب ان کی ۱۵۱ شاخیں قائم ہیں۔ دسمبر ۱۹۳۸ء میں ان کے ممبروں کی تعداد نوسو تھی جو اَب دو ہزار ہے لیکن انہیں ابھی اور زیادہ ترقی کرنی چاہئے اور ان کی شاخیں کم سے کم شاخہائے صدر انجمن احمدیہ کے برابر ہونی چاہئیں۔

اسی ضمن میں حضور نے خدام الاحمدیہ کو وقت کی پابندی اور قربانی کی روح اپنے اندر پیدا کرنے کی نصیحت کی اور فرمایا کہ جو ممبر اِن شرائط کے مطابق کام نہ کریں انہیں ممبری سے الگ کر دینا چاہئے۔

تحریکِ جدید کے ماتحت پانچ ہزار مبلّغ کھڑا کرنے کا ارادہ واقفینِ زندگی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ میری یہ خواہش ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رؤیا کہ آپ کو پانچ ہزار سپاہی دیا جائے گا ایک تو تحریک جدید میں چندہ دینے والوں کے ذریعہ پورا ہو۔ دوسرا اس رنگ میں پورا ہو کہ ہم پانچ ہزار تحریک جدید کے ماتحت مبلّغ تیار کر دیں جو اپنی تمام زندگی اعلائے کلمۂ اسلام کیلئے وقف کئے ہوں۔

پس میں باہمت نوجوانوں کو جو یا تو بی۔اے ہوں یا مولوی فاضل اور انٹرنس پاس ہوں کہتا ہوں کہ وہ اپنے آپ کو وقف کریں۔ باپوں سے کہتا ہوں کہ وہ اپنے بیٹوں کو تحریک کریں بیٹوں کو

کہتا ہوں کہ وہ باپوں سے کہیں کہ ہمیں خدمتِ اسلام کیلئے وقف کر دو۔ بھائیوں سے کہتا ہوں کہ وہ بھائیوں کو تحریک کریں اور دوستوں کو کہتا ہوں کہ وہ دوستوں کو تحریک کریں۔

چندہ تحریک جدید اور امانت جائداد

چندہ تحریک جدید کی طرف حضور نے جماعت کو توجہ دلائی بالخصوص زمینداروں کو۔ اسی طرح امانت جائیداد میں حصہ لینے کی بھی احباب کو تحریک فرمائی۔

ہجری شمسی سنہ

حضور نے فرمایا میں نے گزشتہ سال عیسوی شمسی سنہ کی بجائے ہجری شمسی سنہ کی طرف احباب جماعت کو توجہ دلائی تھی۔ اور اس کے لئے میں نے ایک کمیٹی مقرر کر دی تھی جس نے خدا تعالیٰ کے فضل سے اپنا کام ختم کر لیا ہے اور گو کمیٹی کے سب ممبران نے ہی کام کیا ہے مگر اصل میں تمام کام مولوی محمد اسمٰعیل صاحب (سابق پروفیسر جامعہ احمدیہ) نے کیا ہے۔ اور انہی کی کوششوں سے یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ گزشتہ جلسہ پر میں نے کہا تھا کہ اب ۱۳۱۶ ہجری شمسی کا جلسہ ختم ہؤا ہے۔ مگر یہ درست نہیں تھا۔ تحقیق سے معلوم ہؤا ہے کہ گزشتہ سال ۱۳۱۷ ہجری شمسی تھا اور اس سال ۱۳۱۸ ہجری شمسی ہے اور جنوری سے ۱۳۱۹ ہجری شمسی کا آغاز ہوگا۔ مہینوں کے نام بھی ہم نے تجویز کئے ہیں۔ دسمبر مہینہ کا نام ’’صلح ،، تجویز کیا گیا ہے۔ کیونکہ اسی سال صُلح حدیبیہ ہوئی تھی۔ یہ کیلنڈر اِنْشَاءَ اللّٰہُ جلدی چَھپ جائے گا۔

قرآن کریم کا ترجمہ

قرآن کریم کے ترجمہ کے متعلق فرمایا کہ باوجود بیماری کے اس کا ایک حصہ مکمل ہو چکا ہے بلکہ کچھ حصہ کی کتابت بھی شروع ہو چکی ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ اس کا ایک حصہ جو چھ سات صفحات پر مشتمل ہوگا پہلے تین چار ماہ کے اندر اندر شائع ہو جائے گا۔ دوسرے حصہ کے متعلق کوشش کروں گا کہ سال کے دوسرے حصہ میں مکمل ہو جائے انگریزی ترجمہ کے متعلق مولوی شیر علی صاحب نے اطلاع دی ہے کہ وہ ۱۸ سیپاروں کے نوٹ لکھ چکے ہیں۔ بقیہ سیپاروں کے نوٹ اِنْشَاءَ اللّٰہُ شوریٰ تک مکمل ہو جائیں گے۔ ترجمہ پہلے ہی مکمل ہو چکا ہے

سال میں کم سے کم ایک نیا احمدی بنانے کا مطالبہ

اس کے بعد حضور نے فرمایا۔ میں نے مطالبہ کیا تھا کہ ہر احمدی سال میں کم از کم ایک نیا احمدی بنائے۔ جن دوستوں نے اپنے اس عہد کو پورا کیا ہو وہ کھڑے ہو

جائیں۔(بہت تھوڑے کھڑے ہوئے) حضور نے فرمایا۔
یہ دس بلکہ پانچ فی صدی بھی نہیں بنتے۔ دوستوں کو اس طرف مزید توجہ کرنی چاہئے۔

جماعت کی ترقی کے متعلق اعداد و شمار

اس کے بعد حضور نے اندرون اور بیرونِ ہند میں احمدیت کی ترقی کا ذکر کیا۔ اس میں جو جماعتیں سبقت لے گئی ہیں ان کے نام سنائے اسی طرح جن ضلعوں میں سے کم احمدی ہوئے ہیں یا سال بھر میں کوئی احمدی بھی نہیں ہؤا ان کے نام لئے۔ اندرونِ ہند میں سے تبلیغی لحاظ سے پہلا درجہ ضلع گورداسپور کو دوسرا درجہ بنگال کو اور تیسرا درجہ ضلع گجرات کو حاصل ہؤا ہے۔

لڑکیوں کو ورثہ دینے کی تحریک

لڑکیوں کو ورثہ دینے کی تحریک کے متعلق حضور نے فرمایا۔ بعض زمینداروں نے شاندار نمونہ دکھایا ہے مگر لاکھوں کی جماعت میں یہ مثالیں بہت کم ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ جن دوستوں کو میری اس نصیحت پر عمل کرنے کا موقع ملا ہو وہ اطلاع بھجوادیں کہ ہم نے اس پر عمل کیا ہے اور جنہوں نے اس پر عمل نہ کیا ہو ان کے متعلق بھی اطلاع دی جائے۔

جنگ کا ذکر

جنگ کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا۔ یہ معمولی جنگ نہیں ہے اس کا اثر ہماری جماعت پر بھی پڑنے والا ہے ہماری جماعت کو چاہئے کہ اس میں حکومت کو ہر ممکن امداد دے۔ حضور نے فرمایا۔ ہر احمدی جماعت میں ایک سیکرٹری جنگ بنایا جائے تا کہ جنگ کے متعلق جس قسم کے احکام مرکز سے بھیجے جائیں ان کو عمل میں لائے۔ اور احمدی ہر طرح مدد دیں۔ یہ مدد اسلام اور احمدیت کیلئے ضروری ہے۔ (الفضل ۳ جنوری ۱۹۴۰ء)

اصلاحِ اعمال کا ایک لطیف گُر

ایک ضروری امر جس کی طرف میں آج جماعت کے دوستوں کو توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جماعت کی تربیت میں مجھے بعض دفعہ بڑی بڑی دقّتیں پیش آئی ہیں اور ان دقّتوں کو دور کرنے کیلئے میں ایک لمبے عرصہ تک غور کرتا رہا ہوں اور سوچتا رہا ہوں کہ ان کا کیا علاج کیا جائے۔ میں نے ۱۹۳۶ء میں اس کے متعلق بعض خطبات بھی پڑھے تھے اور میں نے بتایا تھا کہ عقائد کے لحاظ سے تو ہم دوسروں پر فتح حاصل کر چکے ہیں مگر اعمال کے لحاظ سے ابھی ہم میں بہت کچھ کمزوریاں باقی ہیں اور اس لحاظ سے دوسروں پر ابھی ہمارا پوری طرح رُعب نہیں چھایا۔

اس نقص کے ازالہ کیلئے میں برابر غور کرتا رہا ہوں۔ بلکہ بعض دفعہ گھنٹوں مَیں نے غور اور فکر سے کام لیا ہے۔ آخر سوچتے سوچتے خدا تعالیٰ نے ایک بات میرے دل میں ڈالی جس کے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ اگر جماعت اس بارہ میں میرے ساتھ تعاون کرے تو گو وہ بظاہر ایک چھوٹی سی بات ہے لیکن شاید ہزاروں آدمیوں کی اخلاقی حالت میں اس سے ایک حیرت انگیز تغیر پیدا ہو جائے مگر میں یہ بتا دیتا ہوں کہ اس پر عمل کرتے وقت اپنی پہلی عادت کو کچھ نہ کچھ چھوڑنا پڑے گا۔ اگر تم یہ عہد کر لو کہ تم اپنی پہلی عادت کو ترک کر کے اس امر کی طرف توجہ کرو گے تو میں یقین رکھتا ہوں کہ تم اپنے اعمال کی اصلاح میں بہت کچھ کامیاب ہو سکتے ہو۔ لیکن اصل بات بتانے سے پہلے میں کچھ تمہیدی الفاظ بھی کہنا چاہتا ہوں تا کہ نفوس اس کو ماننے کیلئے تیار ہو جائیں۔ یہ امر ظاہر ہے کہ اگر خاص حالات میں کوئی بات کہی گئی ہو تو اس کا اثر بھی خاص طور پر ہوتا ہے۔ یوں تو ماں باپ اپنے بیٹوں کو ہمیشہ ہی کہتے رہتے ہیں کہ آپس میں صلح صفائی سے رہو لیکن جب باپ مر رہا ہوتا ہے اس کا سانس اُکھڑ رہا ہوتا ہے اور اس پر نزع کی حالت طاری ہوتی ہے تو اس وقت جب وہ کہتا ہے کہ بچو! میں تو اب مرنے لگا ہوں تم آپس میں صلح کر لو تو تمام بھائی روتے ہوئے آپس میں چمٹ جاتے ہیں اور سالوں کے کینے اور بُغض آناً فاناً دُور ہو جاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز کا ایک ماحول ہوتا ہے وہ ماحول اگر تیار کر لیا جائے تو انسان عمدگی کے ساتھ بات کو مان لیتا ہے لیکن اگر ماحول تیار نہ ہو تو انسان بات کو قبول کرنے سے ہچکچاتا ہے۔ اس وجہ سے مَیں بھی پہلے ماحول تیار کرنا چاہتا ہوں اور سب سے پہلے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ وہ بات کن حالات میں کہی گئی ہے لیکن اس سے بھی پہلے بعض متفرق باتیں بیان کرنا ضروری ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ بعض باتیں مقصود ہوتی ہیں اور بعض مقصود کے حصول کا ذریعہ ہوتی ہیں۔ جیسے ایک دوست اپنے دوست کے ہاں جانا چاہتا ہے تو دوست کی ملاقات اس کا مقصود ہوتا ہے لیکن ذریعہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اس کے پاس گھوڑے پر سوار ہو کر جائے یا ریل پر سوار ہو کر جائے یا موٹر پر سوار ہو کر جائے ان ذرائع کی موجودگی مقصود کے حصول کیلئے بہت ضروری ہوتی ہے لیکن یہ ذرائع موقع اور محل کے لحاظ سے کبھی تو بہت زیادہ اہمیت اختیار کر لیتے ہیں اور کبھی کم اہمیت رکھتے ہیں۔ مثلاً ہم نے کہیں جانا ہو تو ہم جُوتی ضرور پہنتے ہیں اور اس کا پہننا ہمارے مقصد کے حصول کیلئے ضروری ہوتا ہے لیکن اگر دوسرا مکان دروازہ پر ہی ہو تو بعض دفعہ ننگے پاؤں بھی چلے جاتے ہیں اور جوتی کی کچھ پروا نہیں کرتے۔ تو مقصود کے حصول کیلئے جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ان کی اہمیت

اور عدمِ اہمیت مختلف حالات کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اگر ان کے بغیر کسی صورت میں بھی مقصود پورا نہ ہو سکے تو وہ ویسی ہی اہمیت اختیار کر لیتی ہیں جیسے مقصود اہم ہوتا ہے اور اگر وہ ذرائع محض کام میں آسانی پیدا کرنے کیلئے ہوں تو گو پھر بھی ہم ان کو اہمیت دیں گے مگر اتنی نہیں جتنی اس صورت میں ان کو اہمیت حاصل ہو سکتی ہے جب اس کے بغیر مقصود پورا ہی نہ ہو سکے۔ مثلاً ہم کہیں گھوڑے پر سوار ہو کر جانا چاہیں اور دس گھوڑے ہمارے پاس موجود ہوں تو گو گھوڑا ہمارے لئے ضروری ہوگا مگر ہر گھوڑا مقصود نہیں ہوگا بلکہ ان دس میں سے جو گھوڑا بھی مل جائے وہ ہماری ضرورت کو پورا کرنے کیلئے کافی ہوگا۔ مگر بعض دفعہ ذریعہ اتنی اہمیت اختیار کر لیتا ہے کہ اسے مقصود سے الگ نہیں کیا جا سکتا اور دونوں لازم و ملزوم ہو جاتے ہیں۔ مثلاً اگر مقصود کے حصول کے کئی ذرائع ہوں تو گو کوئی نہ کوئی ذریعہ ضروری ہوگا لیکن اپنی ذات میں کوئی ذریعہ خاص اہم نہ ہوگا کیونکہ ایک کو چھوڑ کر دوسرے سے کام لیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر فرض کرو کہ کسی مقصود کا ایک ہی ذریعہ ہو تو پھر وہ ذریعہ بھی خاص اہمیت حاصل کر لے گا اور اس کی حیثیت ان ذرائع سے مختلف ہوگی جو متعدد ہوتے ہیں جیسے ایک مکان کے اگر کئی دروازے ہوں تو کسی خاص دروازہ کو ہم اہمیت نہیں دیں گے مگر ایک ہی دروازہ ہو تو اسے خاص اہمیت حاصل ہو جائے گی۔ یا انسانوں کی مثال ہو تو بقائے نسل کیلئے اولاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر ایک شخص کے کئی بیٹے ہوں تو وہ سب سے ہی محبت کرے گا لیکن اس کی بقائے نسل کی خواہش کسی ایک کے ذریعہ بھی پوری ہو سکتی ہے۔ فرض کرو اس کے دس بیٹے ہیں اور ۹ سے اس کی نسل نہیں چلی تو وہ یہ کہہ کر اپنے دل کو تسلی دے سکتا ہے کہ ایک بیٹا تو موجود ہے اس سے میری نسل قائم رہ جائے گی لیکن اگر کسی شخص کا ایک ہی بیٹا ہو تو اس کی محبت اپنے بیٹے سے بالکل اور رنگ کی ہوگی کیونکہ اس کیلئے مقصد کے حصول کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے۔ اسی طرح اس بیٹے کی اہمیت بھی اس کے نزدیک بالکل اور رنگ کی ہوگی۔ جس شخص کے دس بیٹے ہوں ان میں سے ایک اگر کسی شدید مرض میں مبتلاء ہوتا ہے تو اس کی نظر اپنے باقی بیٹوں کی طرف اُٹھنے لگتی ہے لیکن جس شخص کا ایک ہی بیٹا ہو اور وہ مرض الموت میں مبتلاء ہو تو اس کے دل کی جو کیفیت ہوگی وہ بالکل نرالی ہوگی اور اس کا مقابلہ کوئی دوسرا شخص نہیں کر سکے گا۔

اس بات کو سمجھانے کے بعد میں یہ بتاتا ہوں کہ رسول کریم ؐ کی بھی ایسی ہی مثال ہے۔ آپ ؐ سے ہمارا جو روحانی تعلق ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ آپ ہمارے لئے خدا تعالیٰ تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں مگر ہمیں دیکھنا چاہئے کہ آیا آپ بندوں اور خدا کے درمیان تعلق قائم کرنے کا

واحد ذریعہ ہیں یا آپ اور ذرائع میں سے ایک ذریعہ ہیں اور آپؐ کے علاوہ بھی کوئی شخص ایسا ہو سکتا ہے جو ہمیں خدا تعالیٰ تک پہنچائے۔ اگر آپ بنی نوع انسان کو خدا تعالیٰ تک پہنچانے کا واحد ذریعہ ہوں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ گو آپ خدا تو نہیں مگر چونکہ خدا آپ کے بغیر نہیں مل سکتا اس لئے آپ کیلئے بھی وہی قربانی کرنی پڑے گی جو انسان خدا کیلئے کرتا ہے کیونکہ آپؐ کے بغیر اور کوئی شخص ہمیں خدا تک نہیں پہنچا سکتا۔ اس نقطہ نگاہ کے ماتحت تم غور کر کے دیکھ لو رسول کریم ﷺ کو تمام انبیاء میں ایک امتیازی شان حاصل ہے اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کے نام کو کلمہ میں بھی شامل کیا ہے یہ بتانے کے لئے کہ جس طرح اللہ ایک ہے اسی طرح اب خدا تعالیٰ تک پہنچانے والا رسول بھی ایک ہی ہے۔ پس رسول کریم ﷺ اور دوسرے رسولوں میں یہ فرق ہے کہ ان کے زمانوں میں بھی وہ خدا تعالیٰ تک پہنچانے کا ذریعہ تو ضرور تھے مگر وہ واحد ذریعہ نہ تھے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اگر کسی یہودی نے نہ مانا ہوتا اور وہ ہندوستان میں آ کر حضرت کرشن علیہ السلام کو مان لیتا تو اس کے لئے اتنا ہی کافی تھا یا ایران میں جا کر وہاں کے کسی نبی پر ایمان لے آتا تو یہ امر اس کی نجات کیلئے کافی تھا مگر محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد خدا تعالیٰ نے اس طریق کو اُڑا دیا اور دنیا کی ہر قوم اور ہر مذہب والے کیلئے آپ کا ماننا ضروری قرار دیدیا۔ اب کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کی بجائے فلاں نبی کو قبول کر لیتا ہوں، اگر آپ کو نہ مانا تو اس میں کیا حرج ہے کیونکہ گو آپ اللہ تعالیٰ تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں مگر واحد ذریعہ ہیں اور خواہ کوئی امریکہ میں رہتا ہو یا افریقہ میں اسی دروازہ میں سے اسے گزرنا پڑے گا اور آپ پر ایمان لانا اس کیلئے ضروری ہو گا مگر پہلے انبیاء واحد ذریعہ نہیں تھے۔ بے شک اُن انبیاء میں سے بعض پہلوٹھے کہلاتے لیکن محمد رسول اللہ ﷺ اکلوتے بیٹے تھے اور اکلوتے اور پہلوٹھے میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔ پہلوٹھے کے معنی بڑے بیٹے کے ہوتے ہیں مگر اکلوتے کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اس کے سوا اور کوئی بیٹا نہیں۔ پس وہ پہلوٹھے بے شک ہوں مگر اپنے اپنے زمانہ میں وہ اکلوتے نہ تھے لیکن محمد رسول اللہ ﷺ اپنے زمانہ میں اکلوتے روحانی بیٹے تھے اور آپ کے آنے پر پہلے تمام انبیاء کی نبوتیں ختم ہو گئیں، اب نہ مصر کے نبی کی نبوت کام دے سکتی ہے، نہ چین کے نبی کی نبوت کام دے سکتی ہے، نہ شام کے نبی کی نبوت کام دے سکتی ہے، نہ ایران اور ہندوستان کے کسی نبی کی نبوت کام دے سکتی ہے، اب ہر ایک شخص کیلئے خواہ وہ مصر میں رہتا ہو یا چین، جاپان، ایران اور ہندوستان میں رہتا ہو ضروری ہے کہ وہ محمد رسول اللہ ﷺ

کو قبول کرے کیونکہ آپؐ کے بغیر اب کوئی خدا تعالیٰ تک پہنچانے کا ذریعہ نہیں۔ اس کے علاوہ رسول کریم ﷺ کو ایک خصوصیت بھی حاصل تھی جو دراصل پہلی خصوصیت کا نتیجہ ہے اور وہ یہ کہ جس طرح رسول کریم ﷺ بنی نوع انسان کو خدا تعالیٰ تک پہنچانے کا واحد ذریعہ تھے اسی طرح آپ خدا تعالیٰ کے اکلوتے روحانی بیٹے تھے اور آپ جانتے تھے کہ خدا تعالیٰ کی روحانی نسل اب میرے ذریعہ ہی دنیا میں قائم رہ سکتی ہے۔ اس کے نتیجہ میں لازماً ایک اور بات بھی پیدا ہوگئی اور وہ یہ کہ اگر کسی شخص کے کئی بیٹے ہوں تو گو سب اس کی خدمت کرتے ہیں مگر پھر بھی ان کی محبت بٹی ہوئی ہوتی ہے اور ان کو یہ احساس ہوتا ہے کہ ہمارے باپ کی خدمت کرنے والے اور بھی وجود ہیں لیکن اگر کسی کا ایک ہی بیٹا ہو تو وہ سمجھتا ہے کہ میرے سوا باپ کی خدمت کرنے والا اور کوئی نہیں اگر میں نے بھی اس کی خدمت نہ کی تو اور کون کرے گا۔ غرض جس طرح اس باپ کی محبت کا رنگ بالکل جُدا گانہ ہوتا ہے جس کا ایک ہی بیٹا ہو، اسی طرح اُس بیٹے کی محبت کا رنگ بھی جُدا گانہ ہوتا ہے جو اکلوتا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی محبت رسول کریم ﷺ سے نرالے رنگ کی تھی اسی طرح محمد رسول ﷺ کی اللہ تعالیٰ کے دین کیلئے خدمت بھی نرالے رنگ کی تھی کیونکہ آپؐ جانتے تھے کہ اب خدا تعالیٰ تک پہنچانے والا میرے سوا اور کوئی نہیں اور ساری ذمہ واری مجھ پر ہی ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ رسول کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے دین کی جو خدمت کی وہ دوسرے انبیاء سے ہرگز نہیں ہوئی۔ بے شک حضرت موسیٰ نے خدا تعالیٰ کے لئے قربانیاں کیں، بے شک حضرت عیسیٰ نے خدا تعالیٰ کیلئے قربانیاں کیں، بے شک حضرت کرشنؑ نے خدا تعالیٰ کیلئے قربانیاں کیں، حضرت رام چندر نے خدا تعالیٰ کیلئے قربانیاں کیں۔ اسی طرح حضرت زرتشت کے حالات گو پورے تو نہیں ملتے مگر جس قدر ملتے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کے دین کیلئے قربانیاں کیں مگر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے جو قربانیاں کیں ان کی نظیر ہمیں کسی اور نبی میں نظر نہیں آتی اس لئے کہ ہر نبی جانتا تھا کہ اگر میرے ہاں کوئی نقص ہؤا تو دوسرا نبی اس کو دور کر دے گا مگر محمد رسول اللہ ﷺ جانتے تھے کہ اب مجھ پر ہی تمام ذمہ واری ہے اس لئے آپ نے جس رنگ میں دین کی خدمت کی وہ بالکل بے نظیر ہے۔
یہی وہ احساس تھا جس کے ماتحت محمد رسول اللہ ﷺ نے بدر کے موقع پر فرمایا کہ اے خدا! اگر یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو لَنْ تُعْبَدَ فِی الْاَرْضِ اَبَداً[1] تیری اس کے بعد زمین پر کہیں پرستش نہیں ہوگی۔ گویا جس طرح محمد رسول اللہ ﷺ خدا تعالیٰ کے اکلوتے روحانی بیٹے تھے اسی طرح صحابہؓ

اس اکلوتے روحانی بیٹے کی روحانی نسل تھے اور اگر وہ ہلاک ہو جاتے تو آپؐ کی روحانی نسل ماری جاتی اور چونکہ آپ خدا تعالیٰ کے اکلوتے روحانی بیٹے تھے اس لئے آپ کی نسل کے مارے جانے کے یہ معنی تھے کہ دنیا میں خدا کا کوئی نام لیوا باقی نہ رہتا یہی وجہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے جب بدر کے موقع پر دیکھا کہ مسلمان تھوڑے ہیں اور کفار زیادہ۔ پھر وہ ساز و سامان سے مسلح ہیں اور ان کے پاس بہت کم سامان ہے اور بظاہر ان کے بچنے کی کوئی امید نہیں تو وہ خدا تعالیٰ کے حضور جُھکے اور انہوں نے کہا اے میرے روحانی باپ! آج دنیا میں صرف میرے ذریعہ سے تیری روحانی نسل قائم ہے اگر آج میری نسل ماری گئی تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ نہ میری نسل رہے گی اور نہ تیری نسل رہے گی۔ اس اصل کو مدنظر رکھ کر محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی اُمت کی جس محنت سے تربیت کی اور کسی نبی نے نہیں کی کیونکہ آپ جانتے تھے کہ یہ صرف میری روحانی اولاد ہی نہیں بلکہ چونکہ میں اکلوتا ہوں یہ میرے روحانی باپ کے فیض کے جاری رکھنے والی ایک ہی نسل ہے اس لئے میں نے ان کی تربیت اپنی اولاد سمجھ کر ہی نہیں کرنی بلکہ اس خیال سے بھی کرنی ہے کہ میرے روحانی باپ کا فیضان بھی ان کے بغیر بند ہو جاتا ہے۔ باقی ہر نبی کو اپنی اُمت کے متعلق صرف یہ خیال رہتا تھا کہ وہ اس کی اُمت ہے۔ حضرت عیسیٰؑ اپنی امت کے متعلق جانتے تھے کہ وہ ان کی امت ہے، حضرت موسیٰؑ اپنی اُمت کے متعلق جانتے تھے کہ وہ ان کی اُمت ہے حضرت نوحؑ اپنی اُمت کے متعلق جانتے تھے کہ وہ ان کی اُمت ہے مگر محمد رسول اللہ ﷺ یہ جانتے تھے کہ یہ میری ہی اُمت نہیں بلکہ میرے اللہ کی بھی اُمت ہے۔ پس ان کی محبت اپنی اُمت سے دوہری تھی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان کے مرنے سے صرف میری نسل کا ہی انقطاع نہیں بلکہ میرے خدا کی روحانی نسل کا بھی انقطاع ہے اس لئے آپ کی تربیتِ قومی میں اس احساس کا بہت بڑا دخل تھا اور آپ نے جس محنت اور محبت سے تربیت کی اس کی نظیر اور کہیں نظر نہیں آتی۔ میں اس کی ایک مثال دیتا ہوں جس سے آپ لوگ اندازہ لگا سکیں گے کہ جذباتِ محبت کیسا شاندار نظارہ پیدا کر دیا کرتے ہیں۔ حضرت خلیفہ اوّل جب گھوڑے سے گر کر سخت بیمار ہو گئے اور آپ کی حالت ایسی نازک ہو گئی کہ خیال کیا جاتا تھا شاید آپ جانبر نہ ہو سکیں۔ تو ایک دن جبکہ آپ کی حالت سخت نازک تھی میں آیا اور سارا دن آپ کے پاس بیٹھا رہا۔ انہی دنوں میرا بیٹا ناصر احمد بھی سخت بیمار تھا۔ شدید قسم کی اسے پیچش تھی بار بار خون آتا اور ساتھ آؤں بھی اور اس کی یہ تکلیف اتنی بڑھ گئی کہ اس کی والدہ نے یہ خیال کیا کہ اب وہ شاید مرنے والا ہے۔ چنانچہ عصر

کے قریب ایک آدمی میرے پاس گھبرایا ہؤا آیا اور کہنے لگا کہ ناصر احمد کی حالت سخت نازک ہے آپ جلدی گھر چلیں۔ میں نے اسے اشارہ کیا کہ واپس چلے جاؤ چنانچہ وہ واپس چلا گیا تھوڑی دیر کے بعد پھر آدمی آیا اور کہنے لگا کہ جلدی چلیں ناصر احمد کی حالت سخت خراب ہوگئی ہے۔ میں پھر بھی نہ اُٹھا اور اسے اشارہ کر کے واپس کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر آیا اس وقت حضرت خلیفہ اوّل ہوش میں آ چکے تھے۔ اس نے کہا کہ ناصر احمد کی حالت خطرناک ہے جلد آئیں مگر میں پھر بھی نہ اُٹھا اور وہیں بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت خلیفہ اوّل نے میری طرف منہ پھیرا اور فرمایا میاں تم گئے نہیں اور پھر کہا تم جانتے ہو وہ کس کی بیماری کی اطلاع دے کر گیا ہے۔ وہ تمہارا بیٹا ہی نہیں وہ حضرت مسیح موعودؑ کا پوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے تم نے اس نکتہ نگاہ سے پیغام پر غور نہیں کیا۔ چنانچہ میں آپ کے ارشاد کی تعمیل میں اُٹھا اور گھر چلا آیا تو جہاں محبت ہوتی ہے وہاں بعض دفعہ ایک بڑی نسبت کو انسان مدنظر رکھ لیتا ہے۔ اسی طرح محمد رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ کو اس نگاہ سے نہیں دیکھا کہ وہ میرے روحانی فرزند ہیں بلکہ اس نگاہ سے دیکھا کہ وہ میرے خدا کی روحانی نسل ہیں اور انہی کے ذریعہ دنیا میں دین کا قیام ہے اگر ان کی اچھی تربیت نہیں ہوگی تو تمام دنیا تباہ ہو جائے گی۔

چنانچہ دیکھ لو رسول کریم ﷺ نے جس محبت سے اپنے صحابہؓ کو پالا وہ ایسی بے نظیر ہے کہ واقعات پڑھ کر جذبات قابو میں نہیں رہتے۔

حضرت ابو ہریرہ کا واقعہ میں نے کئی دفعہ سنایا ہے۔ وہ کہتے ہیں چونکہ میں نے کچھ عرصہ بعد اسلام قبول کیا تھا اس لئے اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے قسم کھا لی کہ اب میں ہر وقت محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہوں گا اور آپ کی باتیں سنتا رہوں گا، مگر وہ تھے غریب۔ ماں غالباً عیسائی تھی، بھائی مسلمان ہوگیا تھا مگر اس میں اتنا جوش نہیں تھا جتنا ان میں بلکہ وہ رسول کریم ﷺ سے شکایتیں کیا کرتا تھا کہ ابو ہریرہ نکمّا رہتا ہے کچھ کام نہیں کرتا اور آپ فرماتے کہ تمہیں کیا معلوم خدا تمہیں اس کی وجہ سے رزق دے رہا ہو۔ بہرحال وہ کہتے ہیں میں نے عہد کر لیا کہ میں اب مسجد سے نہیں ہلوں گا بلکہ یہیں بیٹھا رہوں گا اور جب بھی رسول کریم ﷺ کوئی بات فرمائیں گے اسے اپنے ذہن میں محفوظ کر لونگا مگر چونکہ ان کے کھانے کا کوئی انتظام نہیں تھا اس لئے بعض دفعہ انہیں سات سات وقت کا فاقہ ہو جاتا اور بھوک کی شدت سے بے ہوش ہو جاتے۔ وہ کہتے ہیں ایک دفعہ مجھے اتنی بھوک لگی کہ بے تاب ہوگیا اور مسجد کے دروازہ کے سامنے اس خیال سے جا کر

کھڑا ہو گیا کہ ممکن ہے کسی کو میری شکل دیکھ کر خیال آ جائے اور وہ مجھے کچھ کھانے کیلئے دے دے۔ اتنے میں کیا دیکھا کہ حضرت ابوبکرؓ آ رہے ہیں میں نے ان کے سامنے ایک قرآنی آیت پڑھی جس میں بھوکوں کو کھانا کھلانے کا ذکر آتا ہے اور پوچھا کہ اس کے معنی کیا ہیں؟ وہ اس آیت کی ایک تفسیر کر کے آگے چل دیئے۔ حضرت ابو ہریرہؓ اس موقع پر کہتے ہیں میں نے اپنے دل میں کہا یہ آ گئے تھے بڑا قرآن جاننے والے۔ کیا مجھے اس آیت کے معنی نہیں آتے تھے۔ میں نے تو اس لئے پوچھا تھا کہ وہ سمجھ کر مجھے کچھ کھلا دیں مگر انہوں نے مطلب بتا دیا اور چلے گئے۔ پھر حضرت عمرؓ کو آتے دیکھا تو میں نے ان کے سامنے بھی وہی آیت پڑھ دی وہ بھی اس کا مطلب بتا کر چل دیئے۔ حضرت ابو ہریرہؓ پھر کہتے ہیں میں نے اپنے دل میں کہا عمرؓ سمجھتے ہیں انہیں بڑا قرآن آتا ہے بھلا مجھے ان سے کم قرآن آتا ہے میں نے تو اس لئے پوچھا تھا کہ وہ سمجھ جاتے اور مجھے کچھ کھلا پلا دیتے مگر انہوں نے بھی ایک معنی بتائے اور چلے گئے۔ وہ کہتے ہیں اب میں حیران کھڑا تھا کہ کیا کروں کہ اتنے میں مجھے پیچھے سے ایک نہایت ہی شیریں آواز آئی۔ ابو ہریرہؓ بھوکے ہو؟ میں نے مُڑ کر دیکھا تو رسول کریم ﷺ کھڑے تھے اور جس بات کو ابوبکرؓ اور عمرؓ میرے منہ سے نہ پہچان سکے اسے رسول کریم ﷺ نے اپنے گھر بیٹھے میری آواز سے پہچان لیا۔ میں آپؐ کے پاس گیا تو آپ نے کھڑکی کھولی اور فرمایا اِدھر آؤ۔ پھر فرمانے لگے۔ ہمارے گھر میں بھی کھانے کیلئے کچھ نہیں تھا ایک دوست نے ابھی ابھی کچھ دودھ بھیجا ہے میں چاہتا ہوں کہ مسجد میں اور بھی جس قدر لوگ ایسے موجود ہوں جنہوں نے کچھ کھایا نہ ہو تو ان سب کو بلا لاؤ۔ وہ کہنے لگے میں نے دل میں کہا کہ پیالہ ایک ہے اور اگر کچھ اور بھی پینے والے آ گئے تو میرے لئے کیا بچے گا مگر رسول کریم ﷺ کا چونکہ حکم تھا اس لئے چلا گیا۔ دیکھا تو ایک نہ دو بلکہ سات آدمی کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہم نے بھی کچھ نہیں کھایا۔ میں ان سب کو اکٹھا کر کے رسول کریم ﷺ کے پاس لایا۔ آپؐ نے دودھ کا پیالہ لیکر ان میں سے ایک شخص کو دے دیا اور اس نے پینا شروع کر دیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اب میرے لئے تو کچھ نہیں بچے گا مگر خیر اس نے پیا اور کچھ چھوڑ دیا۔ میں نے کہا کہ اسے کچھ تو شرم آئی ہے سارا دودھ تو نہیں پی گیا مگر رسول کریم ﷺ نے اسے فرمایا اور پیؤ۔ اب میں بڑا پریشان ہؤا کہ آگے تو کچھ بچ بھی گیا تھا مگر اب کیا بچے گا۔ اس نے بھی پیالے کو منہ سے لگا لیا اور دودھ پینا شروع کر دیا جب بس کر چکا تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا اور پیؤ۔ پھر اس نے اور دودھ پیا۔ جب سیر ہو گیا تو میں نے سمجھا کہ اب میری باری آئے

گی مگر رسول کریم ﷺ نے پھر دوسرے کو پیالہ دے دیا۔ پھر تیسرے کو، پھر چوتھے کو، پھر پانچویں کو، پھر چھٹے کو، پھر ساتویں کو اور جب سب سیر ہو چکے تو آپؐ نے مجھے پیالہ دیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ دودھ سے اسی طرح لبالب بھرا ہؤا ہے جس طرح پہلے بھرا تھا، اور خدا نے اس میں کچھ ایسی برکت رکھ دی کہ ایک قطرہ بھی کم نہ ہؤا۔ خیر میں نے پینا شروع کر دیا اور اتنا پیا اتنا پیا کہ بالکل سیر ہو گیا اور پیالہ رسول کریم ﷺ کو دینا چاہا مگر رسول کریم ﷺ نے فرمایا اور پیؤ۔ میں نے پھر پینا شروع کر دیا اور جب بہت ہی سیر ہو گیا تو ختم کر دیا مگر رسول کریم ﷺ نے فرمایا اور پیؤ۔ آخر کہتے ہیں میں نے اس قدر دودھ پیا کہ مجھے یوں محسوس ہؤا اب دودھ میرے ناخنوں میں سے بہنے لگ جائے گا۔ چنانچہ میں نے کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اب مجھ سے پیا نہیں جاتا۔ اس پر آپؐ نے پیالہ لیا اور اس دودھ کو خود پی کر ختم کر دیا[۲]۔ غرض اللہ تعالیٰ نے معجزانہ رنگ میں اس دودھ میں ایسی برکت رکھ دی کہ سب سیر ہو گئے اور دودھ بھی بچ رہا۔ نادان ان باتوں پر ہنستا ہے مگر جن لوگوں نے خدا تعالیٰ کے نشانات اپنی آنکھوں سے دیکھے ہوں ان کے نزدیک یہ ناممکن بات نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بھی بعض ایسے ہی معجزات ہیں اور جب آپ کے خادم کے ہاتھ پر ایسے نشانات ظاہر ہو چکے ہوں تو آقا کے ہاتھ پر ان کا ظاہر ہونا کوئی تعجب انگیز نہیں ہو سکتا۔

میں نے خود ایک دفعہ ایسا ہی نشان دیکھا۔ سخت گرمی کے ایام تھے اور میں نے روزہ رکھا ہؤا تھا۔ اس دن مجھے روزہ سے اتنی سخت تکلیف ہوئی کہ میں بے تاب ہو گیا۔ اس بے تابی کی حالت میں مجھ پر کشفی حالت طاری ہو گئی اور میں نے دیکھا کہ ایک شخص نے میرے منہ میں پان ڈال دیا ہے جس میں کچھ مُشک بھی ہے۔ جب یہ حالت جاتی رہی اور آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ مُشک کی میرے منہ سے خوشبو آ رہی تھی اور اس کی طراوت میرے رگ و ریشہ میں ایسی اثر کر گئی تھی کہ پیاس کا نام و نشان تک نہ تھا۔

اسی طرح ایک دفعہ رؤیا میں کسی بزرگ نے میرے منہ میں مُشک ڈال دیا۔ میری بیوی پاس ہی سو رہی تھیں جب میں خواب سے بیدار ہؤا تو میں نے ان کو جگایا اور کہا کہ ذرا میرے منہ کو تو سونگھنا۔ انہوں نے کہا سونے کے بعد انسان کے منہ سے ضرور کچھ نہ کچھ بُو آتی ہے مگر آپ کے منہ سے تو تیز مُشک کی خوشبو آ رہی ہے۔ تو ایسے کئی نشانات ہم نے دیکھے ہیں، اس لئے ان معجزات کے بارہ میں ہمیں کسی تاویل کی ضرورت نہیں مگر میرا یہ عقیدہ ہے کہ ایسے معجزات ہمیشہ مؤمنوں

کے سامنے دکھائے جاتے ہیں کافروں کے سامنے نہیں دکھائے جاتے۔
پھر مرض الموت کا ایک واقعہ بتاتا ہے کہ آپؐ صحابہؓ سے کس قدر شفقت رکھتے تھے۔ احادیث میں آتا ہے جب آپ کی وفات قریب آئی تو آپ سخت کرب اور اضطراب کی حالت میں کبھی دایاں پہلو بدلتے اور کبھی بایاں اور پھر فرماتے خدا یہود اور نصاریٰ پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا ہے۔[۳] یہ کتنی شفقت ہے جو اپنی امت کے لئے رسول کریم ﷺ نے ظاہر فرمائی کہ وفات کے وقت بھی آپ انہیں بار بار بتاتے تھے کہ دیکھنا شرک کے قریب نہ جانا۔ اگر باقی انبیاء بھی اسی رنگ میں اپنی اُمت کی نگرانی کرتے تو وہ کہاں گمراہ ہوتیں۔ پھر ایک دفعہ مدینہ میں دشمن کا کچھ خطرہ محسوس ہؤا اور خیال ہونے لگا کہ کہیں وہ مدینہ پر حملہ نہ کر دے۔ ان دنوں یہ عام افواہ تھی کہ روما کی حکومت مدینہ پر حملہ کرنا چاہتی ہے۔ ایک رات اچانک مدینہ میں شور مچ گیا اور سمجھا جانے لگا کہ عیسائی لشکر حملہ آور ہو گیا ہے۔ صحابہؓ اِدھر اُدھر دَوڑ پڑے اور کچھ مسجد میں جمع ہو گئے۔ حضرت عمرو بن العاص بھی انہی میں سے تھے جو مسجد میں جمع ہوئے اور جن کی رسول کریم ﷺ نے بعد میں بڑی تعریف کی کہ انہوں نے خوب ہوشیاری سے کام لیا۔ غرض صحابہؓ جمع ہوئے اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ گھوڑوں پر سوار ہو کر باہر ایک چکر لگایا جائے اور دیکھا جائے کہ کیا حالت ہے۔ اتنے میں وہ کیا دیکھتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ اکیلے باہر سے تشریف لا رہے ہیں۔ آپؐ نے صحابہ کو دیکھ کر فرمایا کہ مَیں شور سن کر اکیلا یہ دیکھنے کیلئے چلا گیا تھا کہ کیا ہؤا مگر معلوم ہؤا ہے کہ کوئی خطرہ کی بات نہیں۔[۴] گویا صحابہؓ تو محمد رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کیلئے آپؐ کے دروازے پر جمع ہوئے اور محمد رسول اللہ ﷺ صحابہؓ کی حفاظت کیلئے ان سے بھی پہلے اکیلے اپنے گھر سے باہر تشریف لے گئے۔

غرض بہت سے واقعات ہیں جن سے تم یہ معلوم کر سکتے ہو کہ ہمارا محبوب ہم سے کیسی محبت کرنے والا تھا اور پھر تم یہ بھی نتیجہ نکال سکتے ہو کہ جو باپ اپنی اولاد سے اتنی محبت کرنے والا ہو اس سے اس کی روحانی اولاد نے کتنی شاندار محبت کی ہوگی۔

میں نے ایک دفعہ رؤیا میں دیکھا جیسے امرتسر میں ملکہ کا سٹیچو ہؤا کرتا تھا ایسا ہی ایک سنگ مرمر کا چبوترہ ہے اور اس کے قریب ایک نہایت خوبصورت بچہ ایسی حالت میں کھڑا ہے کہ ایک گُھٹنا اس نے ٹیکا ہؤا ہے اور دوسرا اس نے جھکایا ہؤا ہے۔ اس کا رنگ سفید اور اس کے نقوش بہت خوبصورت ہیں۔ میں نے دیکھا کہ اس بچہ نے آسمان کی طرف اپنی آنکھیں اُٹھائی ہوئی ہیں۔

گویا وہ اس امر کی التجا کر رہا ہے کہ اس پر اوپر کی طرف سے محبت نازل ہو۔ رؤیا میں مَیں سمجھتا ہوں کہ وہ بچہ حضرت مسیح علیہ السلام ہیں۔ یکدم میں نے دیکھا کہ آسمان پَھٹ گیا اور اس میں سے عورت کی شکل میں ایک وجود اترا جس نے نہایت خوبصورت رنگوں والا لباس پہنا ہؤا تھا۔ ویسے رنگ میں نے آج تک دنیا میں نہیں دیکھے۔ میں نے رؤیا میں اس کے پَر بھی دیکھے اور میں نے دیکھا کہ پَر پھیلائے ہوئے وہ آہستہ آہستہ آسمان سے اتر رہی ہے یہاں تک کہ وہ اس بچہ کے پاس پہنچی اور دونوں آپس میں چمٹ گئے۔

اس وقت میں خیال کرتا ہوں کہ یہ عورت حضرت مریم علیہا السلام ہیں تب میری زبان پر یہ فقرہ جاری ہؤا Love Creats Love یعنی محبت محبت پیدا کرتی ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ محبت کے نتیجہ میں محبت پیدا ہؤا کرتی ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے جب اپنے صحابہؓ سے بے نظیر محبت کی تو صحابہؓ نے بھی اس کے مقابلہ میں وہ عشق دکھایا جس کی کوئی حد نہیں۔ چنانچہ حسان کا وہ شعر کتنا دردناک ہے جو آپؐ کی وفات پر انہوں نے کہا کہ

کُنْتَ السَّوَادَ لِنَا ظِرِیْ فَعَمِیَ عَلَیْکَ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَکَ فَلْیَمُتْ فَعَلَیْکَ کُنْتُ اُحَاذِرُ [۵]

کہ اے محمد! ﷺ تُو تو میری آنکھ کی پُتلی تھا اب تیرے مرنے سے میں تو اندھا ہو گیا

مَنْ شَاءَ بَعْدَکَ فَلْیَمُتْ فَعَلَیْکَ کُنْتُ اُحَاذِرُ

اب تیرے بعد جو چاہے مرے مجھے اس کی کوئی پروا نہیں۔ میں تو تجھ کو ہی موت سے بچانے کی کوشش کیا کرتا تھا۔ اب جبکہ تو ہی زندہ نہیں رہا تو مجھے کسی اور کی موت کی کیا پروا ہو سکتی ہے۔

پھر رسول کریم ﷺ کی شفقت اور آپؐ کی محبت صرف اپنے صحابہؓ تک ہی محدود نہ تھی بلکہ جیسی محبت آپ نے اپنے صحابہؓ سے کی ویسی ہی ہم سے بھی کی۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے آپ نے اپنے بعد میں آنے والے مسلمانوں کا ایک دفعہ بڑی ہی محبت اور پیار سے ذکر کیا اور صحابہؓ سے فرمایا تم تو میرے صحابی ہو مگر وہ میرے بھائی ہوں گے [۶]۔ صحابیت میں صرف دوستی کا تعلق ہوتا ہے مگر بھائی بھائی میں ایک خونی رشتہ ہوتا ہے۔ پس آنے والوں کا ذکر آپ نے اس رنگ میں کیا گویا ان کو اپنا رشتہ دار اور بھائی قرار دے دیا کیونکہ رسول کریم ﷺ نے سمجھا بعد میں آنے والے جب آئیں گے تو ان کو رشک پیدا ہو گا کہ ہمیں کچھ نہ ملا۔ تمام درجات صحابہؓ ہی لے گئے اس لئے آپ نے بعد میں آنے والوں کے قلوب کی تسلی کے لئے فرمایا کہ تم تو صحابی ہو

مگر وہ میرے بھائی ہوں گے۔ پس جس آنکھ سے آپ نے صحابہؓ کو دیکھا ناممکن ہے کہ آج بھی تیرہ سَو سال گزرنے پر ہم اسی آنکھ سے آپ کی تعلیم کو نہ دیکھیں۔ کیا کیا رسوم تھیں جن سے رسول کریم ﷺ نے ہمیں بچایا، کیا کیا اعمالِ بد تھے جن سے آپ نے بنی نوع انسان کو نجات دلائی، میں تو بعض دفعہ جب یہ سوچتا ہوں کہ اگر محمد رسول اللہ ﷺ نہ آتے تو کیا ہوتا تو مجھے جنون ہونے لگتا ہے۔ ایسے مہربان باپ کی وفات کے قریب کی نصیحت تم سمجھ سکتے ہو کہ کتنی اہم ہوگی باپ بیٹے سے محبت کرتا ہے بیٹا باپ سے محبت کرتا ہے اگر دوسرے وقتوں میں یہ محبت بالکل اور قسم کی ہوتی ہے تو وفات کے وقت بالکل اور قسم کی۔

رسول کریم ﷺ کو بھی جب بتایا گیا کہ آپ کی وفات اب قریب ہے تو حجۃ الوداع کے موقع پر جس کے بعد آپ نے کوئی حج نہیں کیا اور جس کے صرف اسّی دن بعد آپؐ وفات پا گئے آپ نے فرمایا اعلان کردو اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ یہ لوگوں کو جمع کرنے کا ایک طریق تھا کہ سب لوگوں کو کہا جاتا اے لوگو عبادت کیلئے جمع ہو جاؤ۔ جب سب صحابہؓ اکٹھے ہو گئے تو آپؐ نے ان کے سامنے ایک تقریر کی جو ایسی دردناک تھی کہ کوئی شخص نہیں تھا جس کی آنکھیں اس وقت چشمہ کی طرح پھوٹ پھوٹ کر نہ بہہ رہی ہوں۔ ایک صحابیؓ اس وقت کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! کیا یہ نصیحت الوداعی ہے اور کیا ہم سمجھ لیں کہ اب آپ کی وفات آ گئی؟ [ك] اس وقت رسول کریم ﷺ نے جو باتیں کہیں ان میں سے ایک آپ کی وہ وصیت ہے جس کا میں آج ذکر کرنا چاہتا ہوں اور تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ وہ شفیق باپ جس نے اپنی روحانی اولاد کی بہبودی کیلئے تمام عمر صرف کر دی اس نے عین اس وقت جبکہ اسے اپنی وفات کا الہام ہو چکا تھا تمہیں ایک وصیت کی ہے اور اس نے وصیت کرتے ہوئے تمہیں یہ حکم بھی دیا ہے کہ تم اس وصیت کو اپنے دوسرے بھائیوں تک پہنچاؤ۔

پس ایسے شفیق باپ کی آخری وصیت کی جو اہمیت ہوسکتی ہے ہر شریف بیٹا اس کا احساس کر سکتا ہے اور چونکہ ہم سب آپؐ کی روحانی اولاد میں سے ہیں اس لئے جس نظر سے صحابہؓ نے آپ کو دیکھا اسی نظر سے دیکھنا ہمارا کام ہے اور ہم میں سے ہر شخص کا یہ فرض ہے کہ وہ اس وصیت کو پورا کرنے کیلئے کھڑا ہو جائے۔

وہ وصیت یہ ہے۔ عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِاللّٰہِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتٰی بَطْنَ الْوَادِیْ فَخَطَبَ النَّاسَ وَقَالَ اِنَّ دِمَاءَ کُمْ وَاَمْوَالَکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ حَرَامٌ عَلَیْکُمْ کَحُرْمَۃِ

یَوْمِکُمْ ھٰذَا فِیْ شَھْرِکُمْ ھٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذَا [۸] جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر میدان میں آئے اور آپ نے ایک تقریر کی جس میں فرمایا۔

اے دوستو! سن لو تمہاری ایک دوسرے کی جانیں، تمہارے ایک دوسرے کے اموال اور تمہاری ایک دوسرے کی عزتیں خدا نے تم پر حرام کر دی ہیں اور تمہارے لئے یہ ہرگز جائز نہیں کہ تم اپنے کسی بھائی کی جان کو تکلیف دو، یا اس کے مال پر حملہ کرو، یا اس کی عزت پر حملہ کرو۔ جس طرح حج کا دن خدا نے عزت والا بنایا ہے ویسے ہی ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کے خون، اس کے مال اور اس کی عزت کی توقیر اس نے تم پر واجب کی ہے اور جس طرح ذوالحجہ کو عزت حاصل ہے اسی طرح خدا نے ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کے خون، اس کے مال اور اس کی عزت کو مقام بخشا ہے اور جو عزت خدا نے مکہ کو دی ہے وہی عزت اس نے ایک ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کے خون، مال اور عزت کو دی ہے۔ پس جو شخص اپنے کسی بھائی کی جان پر حملہ کرتا ہے وہ مکہ پر حملہ کرتا ہے، وہ ذوالحجہ پر حملہ کرتا ہے، وہ حج کے دن پر حملہ کرتا ہے، اسی طرح جو شخص اپنے بھائی کے مال پر حملہ کرتا ہے وہ مکہ پر حملہ کرتا ہے، وہ ذوالحجہ پر حملہ کرتا ہے اور وہ حج کے دن پر حملہ کرتا ہے۔ اسی طرح جو شخص اپنے کسی بھائی کی عزت پر حملہ کرتا ہے وہ بھی مکہ پر حملہ کرتا ہے وہ ذوالحجہ پر حملہ کرتا ہے وہ حج کے دن پر حملہ کرتا ہے۔

اے عزیزو! کبھی تم نے غور کیا کہ جب کسی کے مال میں تم خیانت کرتے ہو یا کسی کا قرضہ ادا نہیں کرتے یا غیظ وغضب سے مشتعل ہو کر دوسرے کو مارتے یا اسے گالیاں دیتے ہو۔ یا جوش میں اسے ذلیل کرنے اور لوگوں میں رسوا کرنے کی کوشش کرتے ہو تو تم خدا کے حضور کتنے بڑے جُرم کے مرتکب بنتے ہو۔ کیا تم میں کوئی ماں کا بیٹا ایسا ہے جو اپنے ہاتھ سے کعبہ کی اینٹیں گرانے کی جرأت کر سکے۔ اگر ایک منافق اور ذلیل ترین انسان بھی ایسی جرأت نہیں کر سکتا تو تم ایک مسلمان کی عزت ایک مسلمان کے مال اور ایک مسلمان کی جان پر کس طرح حملہ کرتے ہو جبکہ محمد رسول اللہ ﷺ یہ کہہ رہے ہیں کہ ہر مسلمان کی جان، اس کا مال اور اس کی عزت خدا کے حضور وہی مقام رکھتی ہے جو حج کا دن رکھتا ہے جو ذوالحجہ رکھتا ہے اور جو مکہ مکرمہ رکھتا ہے۔

پھر ایک دوسری روایت میں جو ابی بکرہؓ سے مروی ہے آتا ہے کہ رسول کریم ﷺ جب یہ بات بیان فرما چکے تو آپ نے فرمایا اَلاَفَلْیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ الْغَائِبَ [۹] کہ اے دوستو تم تو میرے سامنے موجود ہو۔ مگر تمہارے سوا کچھ اور لوگ بھی ہیں جو اس وقت اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے

ہیں اور کچھ وہ لوگ ہیں جو بعد میں آئیں گے۔ پس جس شخص کے کان میں میری یہ بات پڑے اس کا فرض ہے کہ وہ یہ بات اپنے دوسرے بھائی کے کان میں بھی ڈالے۔ پھر آپؐ نے اس پر اور زیادہ زور دینے کیلئے اس فقرہ کو دُہرایا اور فرمایا اَلَا فَلْیُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ اب دیکھو یہ کتنی لطیف نصیحت ہے جو رسول کریم ﷺ نے کی اور آپ نے اس میں اصلاحِ اعمال کا کیا لطیف گُر بیان فرمایا ہے۔ اگر مسلمان اس گُر کو سمجھ لیتے تو وہ ہزاروں فتنوں سے بچ جاتے۔ آج کل لوگ فاتحہ کے کارڈ تقسیم کرتے ہیں بلکہ بعض لوگ تو اس پر یہ لکھ کر بھیج دیتے ہیں کہ جو اسے دوسرے تک نہیں پہنچائے گا وہ عذاب میں گرفتار ہو جائے گا اور اس طرح لوگ ڈر کے مارے دوسروں تک پہنچاتے جاتے ہیں۔ مگر دیکھو رسول کریم ﷺ نے اس طریق کو کس عمدگی اور خوبی کے ساتھ جاری کیا۔ وہ تحریر کا زمانہ نہیں تھا کہ آپ کارڈوں پر لکھوا کر فرماتے کہ ایک دوسرے کو پہنچاتے چلے جاؤ۔ وہ ایسا زمانہ تھا کہ لوگ باتیں سنتے اور پھر اپنے دلوں اور دماغوں میں محفوظ رکھتے۔

اب آپ لوگوں نے مجھ سے یہ حدیث سنی ہے اور چونکہ رسول کریم ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ جو بھی اسے سنے وہ دوسروں تک پہنچا دے اس لئے آپ میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ وہ دوسروں کو بتائے کہ دیکھو رسول کریم ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ جس طرح خانہ کعبہ کی تمہارے دل میں عزت ہے، جس طرح حج کے دن کی تمہارے دل میں عزت ہے، جس طرح ذوالحجہ کی تمہارے دل میں عزت ہے وہی عزت تمہیں ایک ادنیٰ سے ادنیٰ مؤمن کی جان، اس کے مال اور اس کی آبرو کی کرنی چاہئے اور ساتھ ہی کہہ دو کہ رسول کریم ﷺ کا یہ بھی حکم ہے کہ جو شخص یہ حدیث سنے اسے دوسروں تک پہنچا دے۔ اسی طرح یہ بات لوگوں میں پھیلتی چلی جائے گی اور چونکہ آدمی محدود ہیں اس لئے چکر کھا کر لازماً یہ بات ہمارے پاس بھی پہنچے گی اور پھر ہمارا فرض ہو جائے گا کہ ہم اوروں کو سنائیں اور یہ امر ان کے ذہن نشین کر دیں کہ ایک مسلمان کے خون مال اور آبرو کی کیا قیمت ہے۔ اگر مسلمان اس حدیث کو انہی معنوں میں لیتے جو میں نے بیان کئے ہیں تو سال میں دو چار دفعہ وہ ضرور یہ حدیث سن لیتے کہ رسول کریم ﷺ نے وفات کے قریب یہ کہا ہے کہ مسلمانوں کا خون، ان کا مال اور ان کی آبرو دوسرے مسلمانوں پر ویسی ہی حرام ہے جیسے مکہ مکرمہ، جیسے ذوالحجہ اور جیسے حج کا دن۔

میں جانتا ہوں کہ جو چیز بار بار دُہرائی جائے اُس کا لوگوں پر اثر ہوتا چلا جاتا ہے۔ عیسائیوں نے جب بار بار کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں تو لوگ انہیں خدا کا بیٹا

ماننے لگ گئے۔ کیا مسلمان اگر یہ دُہراتے چلے جائیں گے کہ ہر مؤمن کی جان، مال اور آبرو کی عزت کرنا دوسرے مسلمان پر فرض ہے اور جو اس کی ہتک کرتا ہے وہ ویسا ہی مجرم ہے جیسے خانہ کعبہ یا ذوالحجہ یا حج کے ایام کی ہتک کرنے والا تو کیوں دنیا میں امن قائم نہیں ہوگا اور کیوں فتنہ وفساد مِٹ نہیں جائے گا۔ اب پیچھے جو کچھ غفلت ہو چکی وہ تو ہو چکی آئندہ کیلئے میں یہ حدیث آپ لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہوں اور رسول کریم ﷺ کا پیغام آپ لوگوں تک پہنچاتا ہوں وہ شفیق باپ جس نے ساری عمر تمہارے لئے قربانیاں کیں اور جس کی تعلیم آج تک مردوں اور عورتوں پر احسانات کرتی چلی آئی ہے اس نے اپنی وفات کی خبر سن کر تم سب کو کہا کہ یاد رکھو اِنَّ دِماءَ کُمْ وَاَمْوَالَکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ حَرَامٌ عَلَیْکُمْ کَحُرْمَۃِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا فِیْ شَھْرِکُمْ ھٰذَا فِیْ بَـلَدِکُمْ ھٰذَا اور پھر فرمایا جو شخص یہ حدیث سنے اس کا فرض ہے کہ وہ اُسے دوسروں تک پہنچا دے پس باپ کا فرض ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو یہ بات بتائے ماں کا فرض ہے کہ وہ اپنی بیٹی کو یہ بات بتائے۔ دادا کا فرض ہے کہ وہ اپنے پوتے کو بتائے اور پوتوں اور پڑپوتوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے بیٹوں اور پوتوں کو بتائیں۔ اگر مسلمان اسی طرح رسول کریم ﷺ کی یہ حدیث ایک دوسرے کو پہنچاتے چلے جاتے تو ہر مسلمان اس بات پر فخر کا اظہار کر سکتا کہ اس نے رسول کریم ﷺ کی ایک حدیث کسی کتاب میں پڑھنے کی بجائے راویوں کی زبان سے براہ راست سُنی ہے اور یہ فخر کچھ کم فخر نہ ہوتا حضرت خلیفہ اوّل فرمایا کرتے تھے کہ مجھے رسول کریم ﷺ کی چالیس حدیثیں ایسی پہنچی ہیں جن کا سلسلہ اسناد بغیر کسی وقفہ کے رسول کریم ﷺ تک پہنچتا ہے۔ اسی طرح اگر مسلمان یہ حدیث ایک دوسرے کو پہنچاتے چلے جاتے تو ہر مسلمان یہ کہتا کہ میں نے رسول کریم ﷺ کی ایک حدیث براہ راست آپؐ سے سنی ہے۔

پس میں آج آپ لوگوں کے سامنے یہ چھوٹی سی بات پیش کرتا ہوں کہ ہر شخص اپنے دل میں یہ عہد کرے کہ وہ کسی دوسرے کو رسول کریم ﷺ کی یہ حدیث سنا دے گا اور جب سنا چکے تو کہے کہ رسول کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جس مجلس میں یہ حدیث بیان ہو اس کا حاضر غائب کو سنا دے اس طرح یہ حدیث چکر کھا کر پھر پانچ سات ماہ کے بعد تمہارے پاس پہنچے گی اور تمہیں پھر وہ نظارہ یاد آ جائے گا جب رسول کریم ﷺ کو اپنی وفات کا الہام ہؤا اور آپؐ کو یہ خطرہ محسوس ہؤا کہ وہ لوگ جنہیں زندگی میں سنبھالتا رہا میری وفات کے بعد نہ معلوم کن فتنوں میں مبتلاء ہو جائیں تو آپ نے فرمایا میں تو اب جاتا ہوں مگر دیکھو اِنَّ دِمـاءَ کُـمْ وَاَمْـوَالَـکُـمْ وَاَعْرَاضَکُمْ

حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا اور آپ نے فرمایا فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ اور پھر اس کو دو دفعہ دُہرایا تا کہ مسلمان اس کے پہنچانے میں غفلت سے کام نہ لیں۔

اگر مسلمان یہ حدیث ایک دوسرے کو پہنچاتے رہتے تو ان کے دلوں میں ایسی نرمی، محبت، دیانت اور تقویٰ پیدا ہو جاتا کہ وہ اپنے کسی بھائی کو نہ ستاتے، نہ اس کی جان پر حملہ کرتے نہ اس کے مال پر حملہ کرتے، نہ اس کی آبرو پر حملہ کرتے اور اگر کوئی منہ پھٹ کبھی حملہ کر بیٹھتا تو دوسرا اسے یاد دلا دیتا کہ میاں کیا کرنے لگے ہو۔ تم خانہ کعبہ پر حملہ کرتے ہو، تم ذوالحجہ پر حملہ کرتے ہو، تم حج کے دن پر حملہ کرتے ہو، کیا اتنے مقدس مقامات پر حملہ کرتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آتی اور یقیناً اس کے بعد وہ شرمندہ ہوتا اور اپنے اس ناروا فعل پر ندامت کا اظہار کرتا۔

پس اس سبق کو اچھی طرح یاد رکھو اور دوسروں تک پہنچا دو۔ اگر تم اس تحریک پر عمل کرو گے تو جماعت میں آہستہ آہستہ صحیح تقویٰ پیدا ہو جائے گا اور سوائے ازلی شقیوں کے جن کا کوئی علاج خدا نے مقرر نہیں کیا، باقی سب اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں گے اور جماعتی اتحاد کو کسی طرح ضُعف نہیں پہنچے گا کیونکہ گو یہ ایک چھوٹا سا نکتہ ہے مگر اسی پر قومی زندگی کی بنیاد ہے۔

(الفضل ۳ر اکتوبر ۱۹۵۹ء)

---

۱. مسلم کتاب الجهاد باب الامداد بالملائکة (الخ)
۲. بخاری کتاب الرقاق باب كَيْفَ كَانَ عَيْشُ النّبيّ صلى الله عليه وسلم و اصحابه (الخ)
۳. بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب مَاذُكِرَعَنْ بَنِي اِسْرائيل
۴. بخاری کتاب الجهاد والسير باب السرعة والركض فى الفزع
۵. شرح دیوان حسان بن ثابت صفحہ ۲۲۱ آرام باغ کراچی
۶. کنز العمال جلد ۱۲، صفحہ ۱۸۳۔ مطبوعہ حلب ۱۹۷۴ء
۷.
۸. مسلم كتاب الحج باب حجة النَّبيّ صلى الله عليه وسلم
۹. بخاری کتاب الفتن باب قول النَّبيّ ﷺ لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا